لاؤڈ سپیکر اور نماز

عبداللہ بستری دہری

وَأَطِيعُوا اللهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْمِنَّةُ کہ

آلۂ جہیر الصّوت وغیرہ
کی
شرعی حیثیت

یعنی

لاؤڈ سپیکر اور ریڈیو کے مسئلہ پر فیصلہ کن تبصرہ

لاؤڈ سپیکر، ریڈیو اور ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ آواز پہنچنے کی کیفیت، علم طبعی اور سائنس کی روشنی میں اس کا حل۔ نماز اور غیر نماز میں ان کے استعمال کا حکم، فریقین کا

اس بحث میں اختلاف اور اس کا فیصلہ

عبداللہ امرتسری روپڑی

ناشر ادارہ جامعہ قدس اہلحدیث نزد چوک دالگراں لاہور

تعداد ایک ہزار

قیمت ...

۱۰/۱/۲

پیش لفظ

یہ رسالہ ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں آج سے پندرہ سال پہلے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے بعد اس کی بہت مانگ رہی۔ مگر بعض حالات نامساعدہ کی بنا پر التوا ہوتا گیا۔ اب چونکہ اشاعت اور تبلیغ کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا گیا ہے جس کے تحت کئی رسائل شائع ہو چکے ہیں۔ اس لئے اس کی اشاعت کا بھی اہتمام کیا گیا۔

تنبیہ:۔ یاد رہے۔ کہ جب یہ رسالہ شائع ہوا تھا۔ ان دنوں ہمارا اخبار تنظیم اہلحدیث جاری تھا۔ اور اس کے بعض اہم نمبر رسالوں کی صورت میں شائع کئے جاتے تھے جن سے یہ رسالہ بھی ہے۔ یہ اخبار جلد ۹ کا نمبر ۳۱ ہے۔ جو ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۴۰ء کو شائع ہوا تھا۔ اس میں جہاں مدیر تنظیم کا لفظ آئے اس سے حافظ عبداللہ محدث روپڑی مدیر تنظیم سمجھیں۔ فقط

۷ جمادی الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۳ جنوری ۱۹۵۶ء

ضروری تمہید

دُنیا میں ایک مختصر سی کمیٹی جب کوئی جلسہ قائم کرتی ہے۔ تو پہلے ایک پروگرام بناتی ہے جس کے تحت تقریروں کے لئے علما کو دعوت دی جاتی ہے۔ اگر علما اس کے تحت رہ کر تقریریں کریں۔ اور ہر ایک اپنے مضمون کی ادائیگی میں مؤثر پہلو اختیار کرتا ہُوا عنوان سے باہر نہ جائے۔ تو وہ جلسہ نہایت کامیاب رہتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح خدا نے انسانی دنیا کی ایک مجلس آراستہ کی۔ اور اس کا ایک پروگرام مرتب کیا۔ جو قرآن و حدیث کی صورت میں ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ جلسہ کا پروگرام ایک تھوڑے وقت کے لئے ہوتا ہے۔ خدائی پروگرام ہماری ساری زندگی کو حاوی ہے۔ عالم کائنات کا بہترین نظام یہی ہے۔ کہ ہماری زندگی کا ہر حصہ اور ہر شعبہ اسی پروگرام کے تحت رہے۔ ورنہ جتنی اس سے دوری ہوگی اتنا ہی نظام مختل ہو جائے گا۔

جو لوگ نظام مرتب ہوتے (قرآن و حدیث کے نزول) کے وقت موجود تھے ان کی زندگی کے تمام شعبوں کا اس پروگرام کے تحت آنا نہایت آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ ان کو اگر کسی بات میں تردد ہو جاتا۔ تو تازہ بتازہ وحی کے ذریعہ اس کو دُور کر سکتے تھے۔ البتہ بعد والوں کے لئے کبھی کچھ دقتیں پیش آجاتی ہیں۔ کیونکہ ان کی زندگی میں بعض دفعہ ایسی نئی نئی اشیاء شامل ہو جاتی ہیں۔ جن کا حکم معلوم کرنے کے لئے بجز نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ میں غور کرنے کے یا اصول و قواعد شریعت پر نظر ڈالنے کے کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ پس ایسے موقعہ پر کئی دفعہ اختلاف ہو کر حقیقت کو پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ جن کے باطن علم و عمل کی برکت سے منور ہیں۔ اور نور باطن

سے ان کو کافی حصہ ملا ہے۔ ان کے لئے سب کچھ سہل ہے۔ لیکن اکثر کی حالت اس کے خلاف ہے۔ اگر فضل ایزدی دستگیری نہ کرے۔ اور توفیق الٰہی شامل حال نہ ہو۔ تو خطرہ ہے کہ انسان بہک جائے۔

لاؤڈ سپیکر اور ریڈیو کا مسئلہ بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ انسان کا تجربہ جوں جوں ترقی کرتا ہے۔ اس کی زندگی میں نئے نئے امور داخل ہوتے جاتے ہیں جو جائز و ناجائز کی بحث کا موضوع بن جاتے ہیں۔

لاؤڈ سپیکر وغیرہ زمانہ حال کی ایجاد ہے۔ آج کل اس کے جواز۔ عدم جواز کا مسئلہ معرکۃ الآراء بنا ہوا ہے۔ علماء اس میں تین فریق ہیں۔ بعض تو مطلقاً اس کو جائز کہتے ہیں۔ اور آیہ کریمہ خلق لکم مافی الارض جمیعاً (جو کچھ زمین میں ہے تمہارے لئے پیدا کیا ہے) کے تحت داخل کر کے مباح قرار دیتے ہیں اور بعض اس کو مطلقاً ناجائز کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ آلہ لہو و لعب ہے اور اس میں تشبہ بالنصاریٰ ہے۔ اور بعض اس میں تفصیل کرتے ہیں۔ نماز، اذان، خطبہ عیدین وغیرہ عبادات مقصودہ میں ناجائز کہتے ہیں۔ اور باقی جگہوں میں جائز۔ عبادات مقصودہ چونکہ زیادہ محل احتیاط ہیں۔ اس لیے ان کے ضمیر نے یہی فیصلہ کیا۔ کہ ان میں نئی شے کا دخل نہ ہونا چاہیئے۔

اس اختلاف کو دیکھ کر عوام بیچارے ششدر رہ گئے۔ ان کے لیے "نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن" والا معاملہ ہے۔ بنگلور میں یہ بحث زیادہ چلی۔

اہل بنگلور نے اس کا حل یوں سوچا کہ ایک استفتاء زید و عمر کی بحث کا مرتب کر کے خاص خاص علماء کے پاس بھیجا۔ حضرت "مدیر تنظیم" بیان کی نظر

خصوصیت سے پڑی چنانچہ حاجی ابراہیم حسین سیٹھ وغیرہ کی معرفت یہ استفتاء روپڑ آیا حضرت مدیر تنظیم نے اپنی خداداد قابلیت سے اس مسئلہ کا حل اس طرح سے کیا۔ کہ آپ پڑھ کر عش عش کر اٹھیں گے۔ خدا تعالےٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ آمین

حافظ عبد القادر روپڑی

(روپڑ دانیالہ)

۱۹ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۹۴۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ یا فتاح نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ لاؤڈ سپیکر وغیرہ

زید عمرو کی بحث

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں۔ علماءِ دینِ مبین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرو کہتا ہے کہ نماز عیدین یا جمعہ کے موقعہ پر امام کی آواز دور کے تمام مقتدیوں تک پہنچانے کے لئے آلۂ مکبّر الصوت (لاؤڈ سپیکر) امام کے سامنے رکھنا مندرجہ ذیل دلائل کی وجہ سے شرعاً حرام اور ناجائز ہے۔

نماز کے موقعہ پر آلۂ مکبّر الصوت کی حرمت کے دلائل

(۱) اول یہ کہ یہ آلہ لہو و لعب میں داخل ہے۔ اسے عبادات کے مواقعہ پر استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) دوم یہ کہ اس سے امام کی اصلی آواز مقتدیوں تک نہیں پہنچتی۔ بلکہ اصل آواز کی نقل ہوتی ہے اور نقل کی اقتداء ناجائز ہے۔

۳۔ سوم یہ کہ امام کو اپنی آواز آلہ مکبر الصوت تک پہنچانے کے لیے کوشش

اور توجہ کی ضرورت ہے۔ پس امام کی توجہ نماز سے ہٹ کر اس آلہ کی طرف ہو گی ایسی نماز میں خشوع وخضوع کہاں؟

(۴) چہارم یہ کہ نماز میں قرأت نہ سننا فرض ہے۔ اور نہ سنانا فرض۔ جو امر کہ فرض نہیں۔ اس کے لئے اتنا اہتمام کیوں؟

(۵) پنجم یہ کہ اس سے تقلیدِ نصاریٰ و مشرکین اور تشبّہ بالنصاری والمشرکین ہوگا۔ کیونکہ مشرکین و نصاریٰ اپنے اپنے اجتماعوں میں اس کو استعمال کرتے ہیں۔

(۶) ششم یہ کہ خوف ہے کہ اُمت نئی نئی چیزوں کو استعمال کرتے کرتے کہیں ریڈیو پر نماز پڑھنا شروع نہ کر دے۔

نماز کے موقع پر آلہ مکبر الصوت کے جواز کے دلائل

زید کہتا ہے۔ کہ نماز عیدین یا جمعہ کے مواقع پر قرأت کلام اللہ اور امام کی آواز تمام دور کے مقتدیوں تک پہنچانے کے لئے آلہ مکبر الصوت کا استعمال کرنا مندرجہ ذیل دلائل کی وجہ سے جائز اور حلال ہے۔ اس سے نماز میں کسی قسم کا خلل نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اس آلہ کے ذریعہ تمام مقتدیوں میں ترتیب اور نظام قائم رہتا ہے۔ اور تمام مقتدی خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز ادا کر سکتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ اکثر ایسے بڑے بڑے اجتماعوں میں ترتیب اور نظام قائم نہیں رہتا بلکہ بعض وقت امام اور مقتدی کے افعال اور حرکات میں سخت تضاد واقع ہوتا ہے۔ امام سجدہ میں ہوتا ہے۔ اور مقتدی رکوع میں امام دونوں سجدوں سے فارغ ہو جاتا ہے اور مقتدی ابھی پہلے سجدے میں پڑے ہوتے ہیں اور بعض وقت اس تضاد کو دفع کرنے کے لئے

مقتدی ہو ہر اُدھر ترچھی نظر سے بلکہ رُخ پھیر پھیر کر دوسرے مقتدیوں کے افعال اور حرکات معلوم کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ کیوں کہ براہ راست ان تک امام کی آواز نہیں پہنچتی اور خود مکبّر بعض وقت غلطیاں کر جاتے ہیں کیونکہ ان تک بھی امام کی آواز براہ راست نہیں پہنچتی اور ایک مکبر دوسرے مکبّر کی آواز کا منتظر رہتا ہے۔ پس ایسی نماز میں جس میں نہ مقتدیوں کو سکون ہو۔ اور نہ ان میں ترتیب و نظام ہو، خشوع و خضوع کہاں؟ اور جب امام اور مقتدی کے افعال اور حرکات میں سخت تضاد ہو۔ تو اقتداء امام کہاں؟ اب جبکہ اس آلہ کے ذریعہ یہ تمام تکلیفیں دور ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ایسے موقع پر اس آلہ سے فائدہ نہ اٹھانا گویا قدرت کے ایک بڑے عطیے سے محروم ہونا ہے۔ جبکہ شرعاً کوئی صریح مخالفت ثابت نہیں یہی وجہ ہے۔ کہ علماء مصر اور شیخ الجامع الازہر نے اس کے جواز و استعمال کا فتویٰ صادر فرما دیا ہے۔ اور مصر کی بڑی بڑی مساجد اور عیدگاہوں میں یہ آلہ لگا ہوا ہوتا ہے۔ اور بلا کسی تردد و شک کے عبادت بجالائی جاتی ہے۔

عمرو کے دلائل کی تردید

عمرو کا یہ کہنا کہ یہ آلہ لہو و لعب میں داخل ہے سراسر غلط ہے کیونکہ فی نفسہٖ اس آلہ میں نہ کوئی آواز ہے۔ اور نہ کوئی لہو و لعب کا دوسرا آلہ اس میں ہے۔ یہ آلہ تو صرف متکلم کی آواز کو سامعین تک پہنچاتا ہے اور بس اب جیسی آواز متکلم کی ہوگی۔ اسی آواز کو یہ آلہ بعینہٖ سامعین تک پہنچا دے گا۔ قرأت کلام اللہ سنوانا مقصود ہو۔ تو یہ آلہ اسی وقت بغیر کسی کمی بیشی کے ہو بہو وہی قرأت سامعین تک پہنچا دے گا۔ اور گانے کی آواز

پہنچانا ہو۔ تو گانے کی آواز بھی سامعین تک پہنچا دے گا۔ پس اچھے موقع پر اس کا استعمال اچھا ہوگا اور بُرے موقع پر اس کا استعمال بُرا ہوگا۔ اور یہی حالت دنیا کی تمام مباح چیزوں کی ہے۔

عمرو کا یہ کہنا بھی غلط ہے۔ کہ یہ آلہ اصلی آواز نہیں پہنچاتا۔ کیوں کہ یہ گراموفون کی مانند نہیں ہے کہ پہلے آواز کو جذب کرکے پھر اس کی نقل کسی اور مشین کے ذریعہ سامعین تک پہنچا دے بلکہ یہ آلہ بغیر کسی تاخیر کے اُسی وقت تیز اور تُند ہوا کی مانند اصلی آواز کو دور تک پہنچا دیتا ہے اگر تیز اور تند ہوا یا موافق ہوا کی پہنچائی ہوئی آواز پر نماز ہو سکتی ہے۔ تو پھر اس آلہ کی پہنچائی ہوئی آواز پر نماز کیوں نہیں ہو سکتی سب سے بڑھ کر قابلِ غور بات یہ ہے۔ کہ بغیر آلہ کے جس مقام تک امام کی آواز پہنچ سکتی ہے۔ اس آلہ کے ہونے ہوئے بھی اس حد تک امام کی آواز پہنچتی رہتی ہے۔ یہ آلہ تو ان مقتدیوں تک امام کی آواز پہنچاتا ہے جن تک امام کی آواز پہنچتی ہی نہیں۔ تب تو اصلی اور نقلی آواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

عمرو کا یہ کہنا بھی سراسر غلط ہے۔ کہ امام کو اس آلہ تک اپنی آواز پہنچانے کے لئے کوشش اور توجہ کرنی پڑتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عمرو نے بغیر کسی تحقیق کے ایسا کہدیا ہے درحقیقت عام اجتماعوں اور جلسوں وغیرہ کے مواقع پر جو آلہ استعمال کیا جاتا ہے وہ اور قسم کا ہوتا ہے۔ اور مقرر کو اس آلہ تک آواز پہنچانے کے لئے توجہ ضرور کرنی پڑتی ہے مگر نماز کے موقعہ پر جو آلہ استعمال کیا جاتا ہے۔ وہ اور قسم کا ہوتا ہے۔ اور اس آلہ تک آواز پہنچانے کے لئے کسی قسم کی توجہ اور کوشش کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کیونکہ محراب کی دیوار میں کئی جاذب آواز یعنے میکروفون کی ڈبیاں لگادی جاتی ہیں۔ جو اتنی معمولی سائز کی ہوتی ہیں۔ کہ ان تک کسی کی توجہ تک نہیں جاتی۔ اور ہر طرف کی آواز کو جذب کر لیتی ہیں

خواہ امام کی توجہ اور رُخ کہیں بھی ہو۔ اس لئے امام اپنی آواز اس آلہ تک پہنچانے کے لئے کسی طرح مجبور نہیں ہوتا۔

عمرو کی چوتھی دلیل بھی بالکل کمزور ہے بیشک نماز میں قرأت کا سننا یا سنوانا فرض نہیں۔ مگر کیا قرأت کلام اللہ کے سننے کے لئے کوشش کرنا بھی ناجائز ہے۔ بلکہ حسب فرمان ایزدی وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (یعنے جب قرآن مجید پڑھا جائے۔ تو سنو اور خاموش رہو۔ تم پر رحمت کی جائے گی) قرأت کلام اللہ کا سننا نماز کے باہر اور نماز کے اندر کم از کم مستحسن تو ضرور ہے۔ خود حدیث نبوی علیہ التحیۃ والسلام سے ثابت ہے کہ نماز میں صفِ اولین میں کھڑے ہونے کا ثواب زیادہ ہے۔ یہ اس لئے کہ صفِ اولین میں کھڑے ہونے سے مقتدی کلام اللہ کو سُن سکتا ہے۔ اور غالباً اسلاف کا گنبد دار مساجد اور وسیع محراب بنوانا بھی اسی غرض سے ہے تاکہ آواز میں گونج پیدا ہو اور قرأت کی آواز دور تک پہنچ سکے پس اس آلہ سے ایک مستحسن امر کا عمل میں آنا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس آلہ کا استعمال کم از کم مستحسن تو ضرور ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس آلہ کے ہوتے ہوئے امام کو چیخنے اور تصنع کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ جیسا کہ آج کل کے عام ائمہ مساجد کی عادت ہے۔ کہ چیخ چیخ کر اور بالکل تصنع کے ساتھ آواز کو مقتدیوں تک پہنچانے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔

عمرو کا یہ قول بھی بالکل غلط ہے کہ اس آلہ کے استعمال سے تقلید اور تشبہ بالنصاریٰ والمشرکین ہوگا۔ کیونکہ نصاریٰ اور مشرکین اپنی اپنی عبادات کے لئے اتنے بڑے بڑے اجتماعات سے قدرتی طور پر محروم ہیں۔ وہ تو گروہ در گروہ یکے بعد دیگرے وقفہ در وقفہ کے ساتھ اپنی اپنی عبادات بجالاتے ہیں۔ ان کو تو اپنی عبادت میں۔۔۔

اس آلہ کے استعمال کا موقعہ ہی نہیں تھا۔ یہ خصوصیت تو اسلام ہی کی ہے۔ کہ عظیم الشان مجمع کی صورت میں اپنے معبودِ حقیقی کی عبادت کیا کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو ہی اس آلہ کی مذہباً ضرورت تھی۔ (کاش مسلمان ہی اس آلہ کے موجد ہوتے) جسے سائنس نے پورا کر دیا۔

سچ ہے کہ سچا مذہب اور سائنس ایک دوسرے سے ہرگز جُدا نہیں ہوتے البتہ غلط مذاہب کا سائنس سے بالکل اتحاد نہیں ہو سکتا۔

عمرو کا یہ خوف کہ امت نئی نئی چیزوں کا استعمال کرتے کرتے کہیں ریڈیو پہ نماز پڑھنا شروع نہ کرے۔ "از قبیل آب ندیدہ موزہ کشیدہ" سے ہے۔ اور ایک چیز کی مخالفت غلط اصول پہ کی جا رہی ہے کیونکہ ریڈیو اور آلۂ مکبر الصوت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ریڈیو کے استعمال کے وقت نماز کی کئی شرطیں مثلاً اتحادِ مکان مقتدی و امام وغیرہ ہرگز پوری نہیں ہو سکتیں۔ مگر آلہ مکبر الصوت کے وقت نماز کی کوئی شرط فوت نہیں ہوتی۔ پس ایک مباح اور بے ضرر چیز کو صرف دوسری چیز کے وہمی خوف سے کس طرح حرام کیا جا سکتا ہے۔ اور ایسا کرنا علماءِ حنفیہ کی شان سے بالکل بعید ہے۔

اب آنجناب سے التماس ہے کہ وقت کی اس بہت بڑی ضرورت کو پیش نظر رکھ کر صاف صاف اور صریح الفاظ میں شرعی دلائل سے کسی ایک قول کو ترجیح دیں۔ کیونکہ امتِ مسلمہ میں اس وقت بہت کچھ اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ اور امت کو آپ جیسے صاحب الرائے مفتی کی ضرورت ہے۔ اس وقت آپ کا خاموش رہنا گویا امت کی کشتی کو اختلاف کی منجدھار میں ڈال کر خود کو علیحدہ کر لینا ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ آپ ضرور اس آلہ کے جواز کا فتویٰ تحریر فرمایئے بلکہ ہماری

غرض یہ ہے۔ کہ انتہائی جدوجہد اور اس آلہ کی تحقیق کے بعد جواز یا عدم جواز کا فتوےٰ صادر فرمائیں۔ اور جب تک آپ کے سامنے یہ آلہ نہ ہو۔ اور اس کی جزئیات سے آپ واقف نہ ہوں۔ اس وقت تک صرف زید و عمرو کی باتوں پر فتوےٰ نہ دیں۔ اور تحقیق کے بعد اس قسم کے دلائل سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔ کہ جانبین کی تشفی ہو جائے۔ بینوا بحوالۃ الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس۔ توجروا عند رب الارباب۔

آخر میں ہماری درخواست ہے۔ کہ آپ کے جواب کی سخت ضرورت ہے۔ اس لئے براہ عنایت بہت جلد اپنا فتوےٰ ارسال فرما کر ممنون فرمائیں!

المستفتی :- خاکسار غلام دستگیر خان سکرٹری جمعیت بید اہلسنت والجماعت جنوبی ہند۔ صدر مقام ۱۷۷ آرمسٹرانگ روڈ محلہ بیدداری۔ معسکر بنگلور۔

مورخہ ۲۰ ماہ ذیقعدہ ۵۸ھ یکم جنوری ۴۰ء بروز دوشنبہ

از طرف حاجی ابراہیم حسین سیٹھ

محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! استفتاء ارسال خدمت ہے مہربانی سے فتوےٰ میرے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ ہو سکے تو اپنے جریدہ "تنظیم" میں بھی نقل کریں۔ تمام بھائیوں کو السلام علیکم کہہ دیں۔ فقط

حاجی ابراہیم حسین سیٹھ بنگلور

الجواب

از مدیر تنظیم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ یہاں پر اصل آواز یا نقل آواز کا فیصلہ کرنے اور اس کا حکم بتانے کے لئے دو مقام پر بحث کی ضرورت ہے۔ اول یہ کہ بذریعہ ریڈیو اور لاؤڈ سپیکر وغیرہ کے آواز پہنچنے کی کیفیت کیا ہے۔ دوم یہ کہ اس کیفیت میں اختلاف سے شرعاً اس کا حکم مختلف ہو سکتا ہے یا نہیں پہلی بحث چونکہ سائنس دانوں سے تعلق رکھتی ہے اس لئے اس میں سائنس دانوں کی . . . . رائے پر اعتماد ضروری ہے۔ اور چونکہ ہمیں بھی اس میں کچھ دخل ہے۔ اس لئے اختلاف کی صورت میں ہم ترجیح دلائل پر فیصلہ کریں گے۔ انشاء اللہ

پہلی بحث امرت سر سے "ضیاء الاسلام" پندرہ روزہ ایک پرچہ شائع ہوتا ہے اس میں مولانا محمد شفیع مفتی دیوبند کا لاؤڈ سپیکر کے متعلق فتویٰ شائع ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ عام وعظوں اور تقریروں میں اس آلہ کا استعمال مباح ہے۔ اذان۔ نماز اور خطبہ عیدین وجمعہ میں اس کا استعمال مباح نہیں۔ کیوں کہ عام وعظوں اور تقریروں سے مقصود محض تبلیغ ہے۔ خواہ کسی طریق پر ہو۔ اور اذان نماز خطبہ عیدین وجمعہ چونکہ عبادات مقصودہ ہیں۔ ان کی صورت وہیئت جو شرع سے منقول ہے۔ اور جس پر تعامل سلف رہا۔ شرعاً مطلوب ہے۔ اس لئے اس کو بدستور قائم رکھنا ضروری ہے۔ اس میں کسی قسم کی کمی بیشی یا تغیر تبدل درست نہیں۔ اس قسم کے بعض دلائل مذکور ہیں۔ اس فتوے کے ضمن میں بطور سوال وجواب چند

مصرین وماہرین سائنس کی رائے بھی درج ہے۔ جو درج ذیل ہے
سوال لاؤڈ سپیکر کے ڈائل پر سے جو مقرر کی آواز بلند ہوتی ہے اور دور تک کام کرتی ہے۔ وہ عین آواز ہے یا حکایت آواز؟ (یعنے صدائے بازگشت کی طرح ہے) کہ آواز تو ڈائل پر آکر ختم ہوگئی اور صدائے بازگشت لوگوں تک پہنچی اسی طرح دوسرے ڈائل سے تیسرے پر صدائے بازگشت کی کاپی ہے۔ اور تیسرے سے چوتھے پر صدائے بازگشت کی کاپی ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ ڈائل پہ اصل آواز سنائی دیتی ہے یا نری کاپی ہے؟ اس آواز کی مثل جو پہاڑوں جنگلوں میں گونجتی ہے کہ اس کو یہاں پر (اس آلہ میں) یہ فنی رو کی استعانت سے باقاعدہ اور اصل کے مشابہ کر لیا ہے۔ کیا اچھا ہے کہ مستند حوالے بھی جواب میں ہوں۔
جواب از سید تبسیر علی ایم اے پروفیسر محکمہ سائنس علیگڈھ بمشورہ دیگر اصحاب محکمہ مذکورہ معرفت منشی سراج الحق ماسٹر مسلم یونیورسٹی سکول علیگڈھ
لاؤڈ سپیکر کے ڈائل پر جو آواز بلند ہو کر دور جاتی ہے۔ وہ بعینہٖ آواز متکلم یا خطیب ہوتی ہے۔ جو لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ قوی ہو جاتی ہے۔ آواز دراصل ہوا میں لہروں کے پیدا ہونے کا نام ہے۔ جو زبان کی حرکت سے پیدا ہوتی ہے۔ اور کان کے پردہ پر جا کر اسی قسم کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ کان کے پردہ تک پہنچنے سے پیشتر اگر وہ لہریں ضعیف ہو چکی ہیں۔ (جس کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں مثلاً بادِ مخالف یا شور وغل وغیرہ) اور پھر ان کو لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ قوی کر دیا گیا ہے تاکہ وہ زیادہ دور تک جا سکیں۔ تو ایسی صورت میں لاؤڈ سپیکر کے بعد جو آواز نکل رہی ہے۔ وہ فی الحقیقت اصل ہی آواز ہے۔ آواز ڈائل پر جا کر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ضعیف سے قوی ہو جاتی ہے لاؤڈ سپیکر

اُن ضعیف لہروں میں ایک قسم کی نئی جان ڈال دیتا ہے اور فعل ان لہروں کے معدوم ہونے سے پیشتر ہوتا ہے یعنے وہ لہریں (متکلم کے منہ سے نکلی ہوئی) بجنسہٖ اپنی اصلی حالت پر قائم ہوتی ہیں۔ صدائے بازگشت میں آواز کی نوعیت یہ ہوتی ہے۔ کہ مخرج یا منبع سے آواز نکل کر کسی چیز سے ٹکراتی ہے اور واپس ہوتی ہے چونکہ اس فاصلہ کو طے کرنے کے لئے وقت درکار ہوتا ہے اور آواز کی رفتار زیادہ تیز نہیں ہے۔ اس لئے دوسری آواز سنائی دیتی ہے۔ صدائے بازگشت میں وہی آواز ٹکرا کر دوبارہ سنائی دیتی ہے۔ اور رلاوڈ سپیکر میں وہی آواز ضعیف سے قوی ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس میں دو آوازیں نہیں سنائی دیتیں۔"

جوابِ دیگر از برج نند لال صاحب بی اے بی ایس سی ماسٹر سائنس الگزنڈر ہائی سکول بھوپال معرفت منشی مظہر صاحب ماسٹر۔

"جب کسی شئے میں حرکت ہوتی ہے۔ تو اس عالم میں بیرونی ہوا پر ایک صورت تموج پیدا ہوتی ہے۔ جو اصل حرکت کے بجنسہٖ مطابق ہوتی ہے۔ ان کو تموجِ اصوات کہتے ہیں جب کوئی شئے ان کے سدِ راہ ہوتی ہے۔ تو ان میں (بازگشت یا لہر) ہوتی ہے۔ اور چند اصول کے تحت ان لہروں کا اجتماع ایک مرکز پر ہوتا ہے۔ اگر اس مرکز پر کان کو رکھا جائے۔ تو وہ آواز اگرچہ ابتداً نہایت آہستہ ہو۔ بلند اور صاف سنائی دیتی ہے۔ دیگر درمیانی مقام پر وہ ہرگز سنائی نہیں دیتی۔ اگر جہاں سے آواز ہوتی ہے اور جہاں کہ یہ لہر ہوتی ہے۔ دونوں مقامات کے درمیان ایک خاص مُعیّنہ فاصلہ سے کم نہ ہو۔ تو اس میں گونج اور صدائے بازگشت پیدا ہوتی ہے۔ جو اصل آواز سے بلند ہوتی ہے اور میلوں تک سنائی دیتی ہے جب کبھی آواز کسی تنگ نلکی سے ہو کر گذرتی ہے تو مشاہدہ

میں آیا ہے۔ کہ وہ بہت بلند ہو جاتی ہے۔ اور دُور تک جاتی ہے۔ وجوہات کی تفصیل طویل ہے۔ ایک وجہ ماہرین نے یہ بیان کی ہے۔ کہ نلکی کے اندر کی ہوا میں بکثرت تموج ہوتا ہے۔ جو اصل آواز کے مطابق اور مشابہ ہوتا ہے۔ اس سے اصل کو تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور سامعین کو وہ آواز بلند ہو کر سنائی دیتی ہے۔ جملہ لاؤڈ سپیکر کی ساخت میں میرا خیال یہ ہے۔ کہ انہی دونوں اصولوں کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ کبھی اس میں ٹیلیفون کے اصول کی مدد بھی لی جاتی ہے۔

افسوس ہے کہ میرے پاس یا میرے علم میں کوئی کتاب سردست موجود نہیں ہے۔ کہ جس میں اس جدید ایجاد کا ذکر کیا ہو لیکن یقین ہے۔ کہ اگر کوئی علم طبیعیات جو بر حال ہی میں تیار ہوئی ہو۔ اور جس میں جدید باتوں کا ذکر ہو۔ تو اس میں اس کی تصدیق مل سکے گی۔ البتہ راقم کے بیان کی صداقت ناظر کی طبیعیات یا کسی اور میں علم صوت کا بیان پڑھنے پر معلوم ہو جائے گی۔"

جواب دیگر پھر بھوپال سے ماسٹر محمد مظہر کی یہ تحریر آئی۔ جو ذیل میں منقول ہے

"آج مدرسہ میں ماسٹر (یہ وہی صاحب ہیں جن کا نام اوپر بسرخ تدلال آیا ہے) ملے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ آواز جو لاؤڈ سپیکر سے پیدا ہوتی ہے وہ ہے تو بولنے والے کی آواز کا اثر۔ مگر وہ اس کے بازگشت کے قائل ہیں۔ کہتے ہیں کہ پہاڑ پر جو صدا سنائی دیتی ہے۔ وہ غیر محسوس عرصے کے بعد اس وجہ سے سنائی دیتی ہے۔ کہ وہ آواز خود بخود لوٹتی ہے۔ لیکن یہاں برقی رَو اس میں دیر نہیں ہونے دیتی۔ قائل کی زبان کی حرکت صرف ایک موج پیدا کرتی ہے۔ اور یہاں تو کئی ایک موجیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس طرح ایک راگ گانے والے کی آواز ہو گی۔ اگر اور لوگ

تال ملادیں۔ تو ہم یہ نہ بتا سکیں گے۔ کہ کون سی کس کی آواز ہے۔ برقی قوت یہی شکل پیدا کرتی ہے۔

غرض وہ کہتے ہیں۔ کہ برقی قوت کی وجہ سے میں تو یہ ماننے میں تامل کرتا ہوں کہ یہ اصلی آواز ہے۔ اور اس کا انکار بھی مجھ سے ممکن نہیں۔ کہ ثبوت مشکل ہے"

جواب دیگر پھر حیدرآباد (دکن) سے مولوی عبدالحی صاحب کی تحریر آئی۔ جو ذیل میں منقول ہے:۔

سوال بخدمت علماء سائنس وحکمت معروض ہے۔ کہ آج کل ایک آلہ (لاؤڈ سپیکر) جس کو مکبر الصوت بھی کہتے ہیں۔ اس کی تحقیق کی ضرورت ہے۔ کہ اس میں بولنے والے کی آواز بعینہٖ بلند ہو کر مسموع ہوتی ہے۔ یا مثل صدائے گنبد آواز کی حکایت کرتی ہے۔ اس کا جواب مستند حوالوں اور وجوہ سے عنایت فرمایا جاوے۔ کیوں کہ اس کی تحقیق پر چند مسائل فقہیہ کی تفریع موقوف ہے۔ (۲۸ محرم ۱۳۴۷ھ)

جواب آواز کے متعلق علمائے سائنس کی یہ رائے ہے۔ کہ جس جسم سے آواز نکلتی ہے۔ وہ ایک خاص قسم کی ارتعاشی حرکت ہے۔ یہ ارتعاشی حرکت مادی واسطہ میں بجنسہٖ منتقل ہوتی ہے۔ عام طور پر بالآخر ہوا میں منتقل ہو کر سننے والے کے کان تک پہنچتی ہے۔

(مکبر الصوت) مختلف قسم کے ہیں۔ برق کی نوعیت کے مکبر الصوت) میں بولنے والا بات کرتا ہے۔ تو آواز کی موجیں براہِ راست منعکس ہو کر سننے والے تک منعکس ہوتی ہیں۔ بلندیٔ آواز کی وجہ اس خاص صورت میں یہ ہے۔ کہ موجوں کی توانائی ہوا کے وسیع رقبوں میں پھیل کر منتشر نہیں ہونے پاتی۔ بلکہ ایک سمت میں ان موجوں کی ہدایت ہونے سے آواز تقریباً اپنی کامل ابتدائی توانائی کے ساتھ سامع تک پہنچ جاتی ہے۔

میں آواز کو یا شبیہ بولنے والے ہی کی آواز سمجھ سکتے ہیں۔ اس مکبر الصوت سے آواز کا انتقال بہت دور تک نہیں ہو سکتا۔

اگر مکبر الصوت برقی نوعیت کا ہے۔ جیسا کہ معمولی لاسلکی ٹیلیفون کے ساتھ استعمال کرنے کا آلہ ہوتا ہے۔ اس کی نوعیت بالکل جداگانہ ہے۔ یہاں آواز پیدا کرنے والے جسم کی ارتعاشی حرکت اپنی نوعیت بدل کر ایک دوسری قسم کی ارتعاشی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ گویا کہ آواز کی نقل برقی رووں یا برقی موجوں میں تیار کر لی جاتی ہے۔ اور سننے والے کے آلہ سماعت (کان) میں داخل ہو کر بالآخر آواز کے مادی ارتعاش کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جو کہ آواز پیدا کرنے کے لئے لازمی ہے۔ اور اس طرح سننے والا نقل در نقل یا بواسطہ طریقے سے آواز سن پاتا ہے۔ ایسے لاؤڈ سپیکروں کی آواز ابتدائی آواز کی محض نقل یا حکایت ہی سمجھی جا سکتی ہے۔"

("ضیاء الاسلام" جلد اول نمبر ۱۳ مورخہ ۲ رجب المرجب ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۳۹ء)

فیصلہ از مدیر تنظیم

(عبداللہ امرتسری روپڑی)

فلاسفہ قدیم کا خیال تھا کہ آگ۔ پانی۔ ہوا۔ مٹی یہ ایسے اجسام ہیں کہ اگر ان کو تقسیم کیا جائے۔ تو ان کے اجزا بھی اسی قسم کے اجسام ہوں گے۔ مثلاً پانی کو تقسیم کریں۔ تو اس کے اجزا بھی پانی ہوں گے۔ خواہ کتنے چھوٹے سے چھوٹے ہوں

لہ البتہ اسلام میں متکلمین کا ایک گروہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جسم کی جز جسم نہیں بلکہ وہ جز لا یتجزی ہے۔ یعنی وہ ایسی جز ہے کہ اس کا تجزیہ نہیں ہو سکتا ۱۲ منہ

آخری جز جو زیادہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے تقسیم نہ ہو سکے۔ وہ بھی باقی ہے لیکن موجودہ سائنسدانوں کا نظریہ فلاسفہ قدیم کے خلاف ہے یہ کہتے ہیں۔ کہ پانی تین جوہروں سے مرکب ہے۔ جو گیس کی قسم کے ہیں۔ دو ایک قسم کے ہیں۔ اور ایک ایک قسم کا کیمیائی عمل سے یہ الگ الگ ہو سکتے ہیں۔ مجموعہ مل کر پانی ہیں۔ مگر اکیلے اکیلے پانی نہیں۔ جیسے دخان (دھواں) اجزاء ارضیہ اور اجزاء ناریہ سے مرکب ہے۔ اس مجموعے کو دخان کہتے ہیں۔ صرف اجزاء ارضیہ یا ناریہ دخان نہیں۔ اسی طرح پانی جن جوہروں سے مرکب ہے وہ پانی نہیں بلکہ مجموعہ ان کا پانی ہے۔ پھر ہر جوہر (خواہ پانی کی جزء ہو یا کسی اور جسم کی) بجلی کے چھوٹے چھوٹے ذروں سے بنتا ہے۔ جو دو قسم کے ہیں ایک جوہر کے مرکز میں مضبوطی سے جمے رہتے ہیں۔ ان کو ثقیلیے کہتے ہیں۔ دوم ان کے ارد گرد گھومتے رہتے ہیں۔ ان کو برقیئے کہتے ہیں یہ اول الذکر سے بہت ہلکے ہوتے ہیں۔ مگر جسامت (پھیلاؤ) میں ان سے بڑے ہوتے ہیں نیز ان میں مقناطیسی طاقت ہوتی ہے۔ یعنی ان کی خاصیت ہے۔ کہ ایک دوسرے کو کھینچتے ہیں برخلاف اول الذکر کے کہ وہ ایک دوسرے کو دور ہٹاتے ہیں۔ نیز بعض جوہروں کے برقیئے جوہر کے حلقے سے نکل کر دوسرے جوہر کے حلقہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اسی بنا پر بجلی کا جدید نظریہ قائم ہوا ہے جس کو کیمیائی عمل سے اتنی ترقی دی گئی ہے جس کا آج مشاہدہ ہو رہا ہے اسی کی ایک شاخ لاؤڈ سپیکر اور ریڈیو وغیرہ ہے۔ لاؤڈ سپیکر میں آواز بلند ہو جاتی ہے اور ریڈیو اور ٹیلیفون میں دور تک چلی جاتی ہے۔

آواز ایک ارتعاشی حرکت ہے جو خاص کیفیت کے ساتھ ہوا کی لہروں میں پیدا ہوتی ہے جہاں تک ہوا کی لہریں جاتی ہیں۔ وہاں تک آواز پہنچتی ہے۔ اور جتنی توانائی

ان میں زیادہ ہو۔ اتنی ہی آواز بلند ہوتی ہے۔ لہروں میں توانائی اور دُور جانے کے مختلف اسباب ہیں۔ پانی کو اگر کسی شے سے حرکت دی جائے۔ تو اس میں لہریں پیدا ہوجاتی ہیں۔ اسی طرح جب کسی جسم سے آواز نکلتی ہے۔ تو ہوا میں لہریں پیدا ہوجاتی ہیں۔ مگر چونکہ پانی ایک کثیف شے ہے۔ اس لئے اس کی لہریں اتنی دور تک نہیں جاتیں جتنی دور تک ہوا کی لہریں جاتی ہیں۔ اور اگر ہوا میں لطافت زیادہ ہو۔ تو اس سے لہروں کا راستہ اور صاف ہوجاتا ہے۔ مثلاً دریا کے کنارے پر کھڑے ہوکر بات کریں۔ تو دوسرے کنارے پر اس طرح سے سنائی دیتی ہے۔ جیسے کوئی پاس کھڑا بات چیت کر رہا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ پانی اور اس کی برودت کے اثر سے وہاں کی ہوا زیادہ لطیف ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ رات کی آواز دن کی آواز سے اور آخیر رات کی پہلی رات کی آواز سے زیادہ دُور جاتی ہے۔ اور کچھ اختلاطِ اصوات کی کمی بھی اس کا باعث ہے۔ کیونکہ رات کو دن والا شور و غل نہیں ہوتا۔ اور پانی کی سطح پر آواز دور جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ زمین بجلی کو کھینچتی ہے۔ پانی نہیں کھینچتا۔ آواز کے وقت ہوا میں بجلی کے چھوٹے چھوٹے ذرات جب تموج میں آتے ہیں اور لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ تو زمین کے جاذب ہونے کی وجہ سے لہریں دُور تک نہیں جاتیں۔ پانی پر دُور تک چلی جاتی ہیں۔

اور اگر کسی ذریعہ سے ان لہروں کی ہدایت ایک طرف کو ہو جائے۔ اور ہوا میں پھیلنے نہ پائیں تو اس صورت میں بھی آواز بہت دور تک چلی جاتی ہے۔ مثلاً ایک نلکی میں بات کی جائے۔ تو نلکی کے دوسرے سرے تک پہنچ جائے گی۔ خواہ وہ ہزاروں کوس کی لمبی ہو کیونکہ نلکی کے اندر کی ہوا کو کسی طرف پھیلنے کی گنجائش نہیں اس لئے اس

کے اندر پیدا شدہ لہریں نلکی کے دوسرے سرے پر جا کر نکلتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اگر ہوا چلتی ہو، تو جدھر کو جا رہی ہو، ادھر کو آواز دور تک چلی جاتی ہے۔ کیونکہ ایک طرف کو ہوا کی توجہ ہونے سے لہریں کم پھیلتی ہیں۔ اور زیادہ زور اسی طرف رہتا ہے جس طرف ہوا چل رہی ہو۔ اور جس طرف خطیب یا مقرر کا منہ ہوتا ہے۔ اس طرف بھی پچھاڑی کی نسبت آواز دور جاتی ہے جس کی وجہ یہی ہے کہ اس طرف لہروں کی توجہ زیادہ ہوتی ہے۔ اور اگر مسجد میں تقریر کی جائے۔ تو میدانی تقریر کی آواز سے بلند ہو گی۔ کیوں کہ دیواروں کے ساتھ لہروں کے ٹکراؤ سے لہروں میں توانائی آ جاتی ہے۔ اور ایک قسم کا طوفان بچ جاتا ہے جس سے آواز بلند ہو جاتی ہے۔ اور مسجد پختہ گنبد دار ہو تو اس سے اور تقویت ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہوا میں جو بجلی کے چھوٹے چھوٹے ذرات ہیں۔ جن میں یہ تموج پیدا ہوتا ہے۔ وہ زمین میں اتر جاتے ہیں جب مسجد خام ہو گی۔ تو وہ زمین کے حکم میں ہو گی۔ اس لئے جو پختہ گنبد دار مسجدیں گونج پیدا ہو گی۔ وہ مسجد خام میں نہیں ہو سکتی۔ اور جتنا گنبد بلند ہو گا۔ اتنی گونج زیادہ ہو گی۔ کیونکہ چھت نیچی ہونے سے یا گنبد دار نہ ہونے سے دروازوں کے راستے لہریں زیادہ خارج ہوتی رہتی ہیں۔

غرض اس قسم کے اسباب آواز کی بلندی یا دور جانے کے لئے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اب ریڈیو اور لاؤڈ سپیکر کی طرف آؤ۔ یہ ایک کیمیاوی عمل ہے جس میں مختلف دھاتوں کی مدد سے آواز کے وقت ہوا کے اندر بجلی کے ذرات میں پیدا شدہ تموج پر ایک طرح کا قبضہ کر لیا جاتا ہے ٹیلی گراف اور ٹیلی فون میں یہ لہریں آواز رسانی کے اسٹیشن سے وصول کرنے والے اسٹیشن تک بھیجی جاتی ہیں ٹیلی گراف میں آواز ہوا میں پیدا کر کے بھیجی جاتی ہے۔ اور ٹیلی فون میں انسانی آواز بھیجی جاتی ہے۔ ریڈیو میں بھی

انسانی آواز جیسی جاتی ہے۔ مگر اس کے دونوں سٹیشنوں کے درمیان تار کا واسطہ نہیں ہوتا۔ ہوا ساکن جس کو انگریزی میں ایتھر اور عربی میں خلاء اور ہندی میں آکاش کہتے ہیں۔ جو ایک قسم کا جوہر ہے۔ جو آسمان وزمین کے درمیان سب جگہ پھیلا ہوا ہے۔ ہر مادی چیز کے ذروں اور جوہروں میں موجود ہے۔ اس کے ذریعہ ریڈیو کے اسٹیشنوں میں مقناطیسی کشش رہتی ہے۔ جب آواز رسانی کے اسٹیشن پر آواز ہوتی ہے۔ تو اس مقناطیسی کشش کے ذریعے یہ لہریں اور امواج آواز وصول کرنے والے سٹیشن پہنچتی ہیں جن کو سننے والے آواز کی صورت میں سن لیتے ہیں۔ یہاں اس شے کی چنداں ضرورت نہیں کہ آواز بلند ہو تب دور تک جائے بلکہ اس کا باعث یہی مقناطیسی کشش ہے۔ جو کیمیائی عمل سے دھاتوں کے ذریعے پیدا کی گئی ہے۔ اس کشش کے باعث آواز خواہ پست ہو یا بلند ہو دوسرے اسٹیشن پر پہنچ جاتی ہے۔ اور اسی لئے ان لہروں یا امواج کو مقناطیسی لہریں یا مقناطیسی امواج کہا جاتا ہے۔

1572

لاؤڈ سپیکر میں نہ دوسرا اسٹیشن ہے نہ کشش ہے۔ بلکہ لاؤڈ سپیکر کے اثر سے اس کے سامنے ہوا میں اس قسم کا ایک گیس پیدا ہو جاتا ہے کہ تھوڑی سی حرکت سے ہوا میں بجلی کے ذرات غیر معمولی ہیجان میں آ جاتے ہیں۔ اور ان میں ایک طوفانی ہیجان آ جاتا ہے۔ جب اس گیس میں کھڑے ہو کر مقرر تقریر کرتا ہے تو اس کی زبان کی معمولی حرکت سے غیر معمولی ہیجان پیدا ہو کر آواز بلند ہو جاتی ہے۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے۔ جیسے دوربین سے نظر اور چمنی سے لیمپ کی روشنی تیز ہو جاتی ہے اس میں دوربین کا آنکھ سے مقابلہ ہو کر آنکھ کی کرنیں قوی ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح چمنی

سے لیمپ کی روشنی کا مقابلہ ہو کر اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ چمنی چڑھانے سے پہلے بتی کی آگ میں سرخی دکھائی دیتی ہے۔ جو بعد کو نہیں رہتی ٹھیک اسی طرح لاؤڈ سپیکر زبان کی حرکت سے ہوا میں پیدا ہونے والے تموج کو بڑھا دیتا ہے جس کی وجہ وہی گیس ہے جو ہوا میں سامنے کی طرف پھیلا ہوا ہے۔ اسی لئے اگر مقررہ لاؤڈ سپیکر کے سامنے نہ ہو۔ ایک معین فاصلہ سے زائد فاصلہ پر ہو تو پھر آواز میں بلندی پیدا نہیں ہوتی۔ اور اس گیس کا تجربہ کے وقت خود میں نے مشاہدہ کیا ہے۔

پس یہاں آواز بازگشت کا شبہ محض وہم و خیال ہے پھر جس صاحب نے آواز بازگشت ہونے کا شبہ کیا ہے۔ وہ خود اس بات کے قائل ہیں۔ کہ "قائل کی زبان کی حرکت صرف ایک موج پیدا کرتی ہے اور یہاں تو (برقی رو سے) کئی ایک موجیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان میں قوت پیدا ہو جاتی ہے" یہی برقی رو جو کئی ایک موجیں پیدا ہونے کے باعث ہے۔ وہی گیس ہے جس کی مدد سے زبان کی معمولی حرکت غیر معمولی ہیجان اور طوفان برپا کر دیتی ہے۔ پس یہاں بازگشت کی صورت نہیں اس کے علاوہ بازگشت کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اصل آواز میں قوت کا سبب ہو۔ دوم یہ کہ محض پہلی آواز کی حکایت ہو۔ جیسے پہاڑ سے آواز آتی ہے اول قسم چونکہ اصل آواز میں شامل ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کا حکم اصل آواز کا ہے جیسے پختہ گنبد دار مسجد میں کوئی تقریر کرے یا امام قرأت کرے۔ تو اس میں کسی کا اختلاف نہیں، خطبہ بھی درست ہے اور اس امام کی اقتدا بھی صحیح ہے۔ ٹھیک اسی طرح لاؤڈ سپیکر میں بولنے والے کی آواز کو سمجھ لینا چاہیے۔ کیونکہ اگر کسی کو بازگشت کا شبہ ہو سکتا ہے تو پہلی قسم کا ہی ہو سکتا ہے نہ دوسری قسم کا۔

اور جس صاحب نے لاؤڈ سپیکر کی دو قسمیں کر کے دوسری قسم (جو لاسلکی اور ٹیلیفون کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے) کی آواز کو اصل آواز کی حکایت کہا ہے۔ اگر حکایت سے ان کی مراد یہ ہے۔ کہ قائل کی آواز ختم ہو جاتی ہے۔ اور نئے سرے سے ہوا میں اس کی نقل اتار لی جاتی ہے۔ جیسے ٹیلی گراف میں ابتداءً پیدا کر لی جاتی ہے۔ تو یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اوپر ہم بتلا چکے ہیں۔ کہ لاسلکی (ریڈیو) اور ٹیلیفون میں آواز رسانی اور وصولی کے اسٹیشنوں کے درمیان مقناطیسی کشش ہوتی ہے۔ جس سے وہی لہریں جو قائل کی زبان کی حرکت سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس کشش کی وجہ سے دوسری طرف جا نکلتی ہیں۔ اور سلسلہ درمیان سے منقطع نہیں ہوتا۔ اور اگر حکایت ہونے سے یہ مراد ہے۔ کہ یہ آواز جب دوسری طرف پہنچتی ہے۔ تو اس میں کسی قدر کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ اور صفائی میں بھی فرق پڑ جاتا ہے۔ اس لئے بعینہٖ وہ نہ رہی۔ تو اس کے متعلق عرض ہے۔ کہ کمزوری صفائی یہ صفات ہیں۔ جن کا ذات میں کوئی دخل نہیں۔ ان میں فرق آنے سے آواز کو حکایت نہیں کہا جا سکتا۔ آپ دیکھتے نہیں۔ کہ مقرر کے نزدیک بیٹھنے والے جیسے صفائی اور قوت سے اس کی تقریر سمجھتے ہیں۔ ایسے دور والے نہیں سمجھتے۔ تو کیا یہاں دو آوازیں ہوتی ہیں؟ بالکل یہی صورت لاؤڈ سپیکر کی دوسری صورت میں سمجھ لیں پھر ٹیلیفون میں تو خواہ کچھ فرق پڑ جائے۔ ریڈیو میں بالکل فرق نہیں پڑتا۔ ہم نے خود اس کا تجربہ کیا ہے۔ ہاں آلہ میں نقص ہو تو یہ الگ بات ہے۔ پھر اس دوسری قسم کے لاؤڈ سپیکر سے ہمارا کوئی مطلب بھی نہیں۔ کیونکہ مسجدوں میں اور نمازوں میں پہلی قسم ہی کام دے سکتی ہے۔ کیونکہ خطبہ اذان نماز کے ساتھ ہے اور نماز کے لئے

اتحادِ مکان ضروری ہے تاکہ جماعت کی صورت ہو۔ اس لئے ریڈیو اور ٹیلیفون کے ساتھ کا لاؤڈ سپیکر یہاں استعمال نہیں ہو سکتا۔

اس تفصیل سے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ آواز پہنچنے کی کیفیت واضح ہو گئی۔ کہ وہ قائل کی آواز کی نقل نہیں بلکہ اصل ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو گیا۔ کہ جن مبصرین اور ماہرین فن سے استفسار کیا گیا ہے۔ ان کا اگر کچھ اختلاف ہے تو ریڈیو اور ٹیلیفون کے لاؤڈ سپیکر کے متعلق ہے۔ زیر بحث لاؤڈ سپیکر میں نقل کا کوئی قائل نہیں صرف ایک صاحب نے بازگشت کا شبہ کیا ہے۔ مگر انہوں نے وثوق سے کسی طرف رائے قائم نہیں کی۔ اس لئے وہ کالعدم ہے۔ پس جب یہ آواز اصل ہوئی۔ تو جن علماء نے اس کے نقل ہونے کی بنا پر عدمِ جواز کا فتویٰ صادر کیا تھا۔ ان کا فتویٰ غلط ہو گیا۔ اور یہ وجہ عدمِ جواز اگرچہ ان کے خیال میں بہت بڑی تھی۔ مگر حقیقتاً یہ ذیل غلطی ہے چنانچہ دوسری بحث میں واضح ہو جائے گا۔ انشاء اللہ

دوسری بحث

پہلی بحث کے بعد اس کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ جب ثابت ہو چکا۔ کہ لاؤڈ سپیکر میں بولنے والے کی اصل آواز بلند ہوتی ہے۔ تو اب نقل کا حکم شرعی بتلانا کیا ضرورت؟ مگر چونکہ اس میں بھی مفتی دیوبند مولانا محمد شفیع وغیرہ نے غلطی کی ہے۔ اس لئے اس کے متعلق بھی کچھ لکھنا پڑا۔

بڑی دلیل انہوں نے یہی پیش کی ہے۔ کہ نماز، اذان، خطبہ جمعہ وعیدین یہ عبادات مقصودہ ہیں۔ اور ان کی ہیئت کذائی (منفردہ) شرعاً مطلوب ہے۔ اور نقل کی صورت میں ان کی ہیئت کذائی میں فرق آجاتا ہے اس لئے جائز نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ دلیل جو عدمِ جواز پر پیش کی گئی ہے یہ درحقیقت جواز کی دلیل ہے۔ کیونکہ ہیئت کذائی

ظاہر صورت شکل کو کہتے ہیں۔ اور ظاہر صورت شکل یہاں محفوظ ہے۔ کیونکہ جو لاؤڈ سپیکر میں بولتا ہے۔ بظاہر اسی کی آواز ہم سنتے ہیں۔ دوسری آواز یہاں معلوم نہیں دیتی اس لئے ہیئت کذائی یہاں محفوظ رہی۔ ہاں اگر یہ صدائے بازگشت کی صورت ہوتی جیسے پہاڑوں وغیرہ میں سنائی دیتی ہے۔ تو پھر ہیئت کذائی میں فرق پڑ سکتا تھا۔ پس جب ہیئت کذائی محفوظ رہی تو ان مواضع میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال[1] بھی جائز ہوا۔

علاوہ اس کے اور سنیئے:۔ فتاویٰ سراجیہ میں ہے:۔

وخطب بالفارسیۃ یجوز۔ یعنی "فارسی میں خطبہ پڑھے تو جائز ہے"۔

اسی طرح بحرالرائق صفحہ ۲۰۰ اور خلاصۃ الفتاویٰ جلد اول صفحہ ۱۴ میں ہے[2] اور ہدایہ اور مجتبیٰ اور طحطاوی اور دیگر کتب میں بھی یہ مسئلہ موجود ہے۔ بلکہ امام ابو حنیفہ صاحب نماز میں قرآن مجید بھی فارسی میں پڑھنا جائز کہتے ہیں۔

اب بتلایئے ہیئت کذائی کہاں رہی؟ لاؤڈ سپیکر میں تو بظاہر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور یہاں تو زبان ہی بدل گئی ہے ؎

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا!

---

[1] اگر کہا جائے کہ لاؤڈ سپیکر کا استعمال ہی ہیئت کذائی میں فرق ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لاؤڈ سپیکر کے استعمال میں تو تنازع ہو رہا ہے۔ اور جس شے میں تنازع ہو وہ دلیل نہیں بن سکتی۔ یہ مصادرہ علی المطلوب ہے۔ نیز اس سے لازم آتا ہے کہ جب کوئی نئی شے استعمال کی جائے تو اس سے ہیئت کذائی میں فرق آجائے۔ مثلاً اب کاغذ کی پگڑی ایجاد ہو گئی ہے اگر کوئی شخص کاغذ کی پگڑی باندھ کر نماز پڑھے۔ تو جائز نہ ہونی چاہیئے۔ حالانکہ یہ ظاہر البطلان ہے اسی طرح نئی نئی قسم کے زیورات ایجاد ہو گئے ہیں۔ اور کئی طرح کے فیشن بن گئے ہیں۔ بلکہ گنبد دار مسجد بھی نئی چیز ہے تو کیا ان سب صورتوں میں نماز باطل ہو گی؟ اگر نہیں تو پھر لاؤڈ سپیکر کے استعمال سے کیوں باطل ہو گئی؟ ۱۲

[2] بحرالرائق اور خلاصۃ الفتاویٰ میں یہ بھی تصریح موجود ہے۔ کہ فارسی کی قید اتفاقی ہے ہر زبان میں جائز ہے ۱۲۔

ایک اور دلیل اور اس کا جواب مولانا محمد شفیع صاحب نے لاؤڈ سپیکر کی ممانعت میں ایک اور تقریر بھی کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

"اگرچہ بلندی آواز کی اذان خطبہ جمعہ وعیدین اور نماز میں شارع کا اصل مقصد ہے اسی لئے مجمع زیادہ ہونے کے وقت جبکہ امام کی آواز پچھلے مقتدیوں کو نہ پہنچے۔ درمیان مکبر (تکبیر کہنے والا) کھڑا کیا جاتا ہے اور اذان بلند جگہ دی جاتی ہے۔ کان میں انگلیاں رکھی جاتی ہیں۔ موذن بلند آواز والا مقرر کیا جاتا ہے اسی طرح خطبہ منبر پر پڑھا جاتا ہے مگر اسلام نے ساتھ ہی سادگی کی بھی تعلیم دی ہے۔ اور غلو فی الدین اور حد سے تجاوز اور تکلف سے منع فرمایا ہے۔ غلو فی الدین اور زیادہ تکلف شرعاً ممنوع ہے۔ ابوموسیٰ اشعری شیشی میں پیشاب کرتے تاکہ چھینٹوں سے پرہیز رہے۔ دوسرے صحابہ نے اس پر انکار کیا کہ اس قدر تکلف جائز نہیں۔ اس قسم کے واقعات صاف بتلا رہے ہیں۔ کہ اہتمام کی چیزوں کا اہتمام بھی اسی حد تک مطلوب ہے۔ کہ غلو کی حد تک نہ پہنچے اسلامی سادگی محفوظ رہے۔ لاؤڈ سپیکر میں بھی چونکہ غلو اور تکلف ہے۔ اس لئے یہ جائز نہیں"

اس کا جواب یہ ہے کہ لاؤڈ سپیکر میں تکلف نہیں خرچ ہے جیسے پختہ مسجد بنانے میں خرچ ہے۔ اگر یہ تکلف ہے تو لاؤڈ سپیکر میں بھی تکلف ہے۔ اگر یہ جائز ہے تو لاؤڈ سپیکر کیوں ناجائز ہوگیا۔

(۲) میدان عرفات میں حج کے موقعہ پر جو خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ وہ فقہاء حنفیہ کے نزدیک خصوصیت سے احکام حج سے ہے۔ جو عبادات مقصودہ سے ہے۔ اور خطبہ جمعہ کی طرح نماز سے پہلے ہے۔ اور دو خطبوں پر مشتمل ہے یعنے درمیان جلوس ہے چنانچہ ہدایہ اور رد المحتار وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ اسی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نے ربیعہ بن امیہ بن خلف کو مبلغ مقرر کیا تھا۔ تاکہ آپؐ کے الفاظ آگے لوگوں تک پہنچائیے۔ پہلے آپؐ ایک ایک فقرہ بلند آواز سے بولتے پھر ربیعہؓ اس کو چلا چلا کر آگے پہنچاتے۔ (ملاحظہ ہو رسالہ حجۃ المصطفےٰ امام محب الدین طبریؒ)

دیکھئے! اس میں کتنی تکلیف ہے۔ اسی کے مقابلہ میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ کس قدر آسانی سے دُور تک آواز پہنچائی جاسکتی ہے۔ تو پھر وہ کیوں جائز نہ ہوگا؟

علاوہ اس کے ابو موسےٰ اشعریؓ شیشی میں پیشاب اس خیال سے کرتے تھے کہ اُن کے نزدیک اس کے بغیر چھینٹوں سے پوری طرح پرہیز نہیں ہوسکتا تھا جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے۔ کہ وہ شیشی میں پیشاب کو ضروری سمجھتے تھے۔ کیا لاؤڈ سپیکر کو استعمال کرنے والے بھی اس کو ضروری سمجھ کر استعمال کرتے ہیں؟ بلکہ وہ اس کو جائز کی حد میں رکھتے ہیں پس ابو موسےٰ اشعریؓ کے واقعہ پر اس کا قیاس صحیح نہ ہُوا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی دنیا پیشاب کرتی تھی اور آپؐ خود بھی پیشاب کرتے تھے اور شیشیاں بھی موجود تھیں۔ اور پرہیزگاری بھی تھی۔ وہ ابو موسےٰ اشعریؓ سے پرہیزگاری میں کم نہ تھے۔ پھر باوجود اس کے ان کی مخالفت کرنا یہ وجہ صحابہ کے انکار کی تھی۔ اور لاؤڈ سپیکر میں تو ان کے زمانہ کی کوئی مخالفت نہیں۔ تو پیکیونکر ناجائز ہوسکتا ہے؟ ہاں اگر اس وقت کوئی آلہ ہوتا۔ جو لاؤڈ سپیکر کے مشابہ ہوتا اور اس کو اس وقت استعمال نہ کیا جاتا۔ تو پھر ابو موسےٰ اشعریؓ کا واقعہ پیش ہوسکتا تھا۔ اب بے محل ہے۔ نیز اگر ابو موسےٰ اشعریؓ کے واقعہ پر قیاس کرکے منع کیا جائے۔ تو پھر نماز۔ اذان خطبہ جمعہ۔ خطبہ عیدین کی کیا خصوصیت۔ سب جگہ منع ہوتا۔ کیوں کہ غلو فی الدین سب جگہ منع ہے۔ حالانکہ مولانا محمد شفیع عام وعظوں میں جائز کہتے ہیں پس معلوم ہوا۔ کہ ابو موسےٰ

اشعریؓ کے واقعہ پر قیاس صحیح نہیں :

ایک اور دلیل اور اس کا جواب مولانا محمد شفیع صاحب نے ایک اور دلیل دی ہے جو خاص نماز سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ یہ کہ اگر امام کی آواز پہنچانے کے لئے صفوں کے درمیان کوئی مکبّر کھڑا کیا جائے۔ تو اس میں دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مکلف ہو کوئی جانور یا مجنون وغیرہ نہ ہو دوسرے یہ کہ وہ اس امام کی نماز میں شریک ہو۔ اگر ان دو شرطوں سے کوئی فوت ہوگئی۔ تو پچھلے مقتدی جو اس مکبّر کی آواز پہ رکوع سجدہ وغیرہ کرتے رہے۔ ان کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ ردالمحتار بحث سنن الصلوٰۃ میں ہے:۔

ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّ الْاِمَامَ اِذَا كَبَّرَ لِلْاِفْتِتَاحِ فَلَا بُدَّ لِصِحَّةِ صَلٰوتِهٖ مِنْ قَصْدِهٖ بِالتَّكْبِيْرِ الْاِحْرَامَ وَاِلَّا فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ اِذَا قَصَدَ الْاِعْلَامَ فَقَطْ فَاِنْ جَمَعَ بَيْنَ الْاَمْرَيْنِ بِاَنْ قَصَدَ الْاِحْرَامَ وَالْاِعْلَانَ لِلْاَنَامِ فَذٰلِكَ هُوَ الْمَطْلُوْبُ مِنْهُ شَرْعًا وَكَذٰلِكَ الْمُبَلِّغُ اِذَا قَصَدَ التَّبْلِيْغَ خَالِيًا عَنْ قَصْدِ الْاِحْرَامِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ وَلَا لِمَنْ يُصَلِّيْ بِتَبْلِيْغِهٖ فِيْ هٰذِهِ الْحَالَةِ لِاَنَّهٗ اقْتَدٰى بِمَنْ لَّمْ يَدْخُلْ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنْ قَصَدَ بِالتَّكْبِيْرِ الْاِحْرَامَ

ترجمہ: معلوم ہونا چاہیئے کہ امام جب تکبیر تحریمہ کہے۔ تو اس کی نماز درست ہونے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ اس تکبیر سے تحریمہ (نماز کی نیت باندھنے) کا قصد کرے ورنہ اگر فقط لوگوں کو اطلاع دینے کی نیت سے تکبیر کہے گا۔ تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ ہاں اگر دونوں چیزوں کی نیت جمع کرلی مثلاً شروع نماز کی بھی اور لوگوں کو اطلاع دینے کی بھی تو یہ عین مقصد شرعی ہے اور اسی طرح مُبلّغ (یعنے مکبّر) اگر وہ صرف ان لوگوں کو تکبیر سنانے اور اطلاع دینے ہی کے قصد سے تکبیر کہتا

مَعَ التَّبْلِيْغِ لِلْمُصَلِّيْنَ فَذٰلِكَ هُوَ الْمَقْصُوْدُ مِنْهُ شَرْعًا كَذَا فِيْ فَتَاوٰی الشَّيْخِ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْغَزِّيْ الْمُلَقَّبِ بِشَيْخِ الشُّيُوْخِ (شامی جلد اوّل)

ہے تو اس کی نماز نہیں ہوتی اور نہ اس شخص کی نماز ہوتی ہے۔ جو اس کی تکبیر کی اقتداء اس حالت میں کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ایسے شخص کی اقتداء کر رہا ہے۔ جو نماز میں داخل نہیں۔ ہاں اگر اپنی تکبیر سے تحریمہ (نماز کی نیت باندھنے) کا بھی قصد کرے۔ اور لوگوں کو سنانے کا بھی تو یہ عین مقصود شرعی ہے۔ (اس صورت میں اس کی نماز بھی درست ہوگی۔ اور اس کی آواز پر اقتداء کرنے والوں کی بھی) ایسا ہی لکھا ہے۔ فتاوی شیخ الشیوخ میں"

عبارت مذکورہ میں یہ شرط بوضاحت مذکور ہے کہ مکبر داخلِ نماز ہونا چاہیئے۔ اور دوسری شرط یعنے اس کا مکلف ہونا خود اسی شرط سے لازم آتا ہے کیونکہ جانور یا آلہ وغیرہ جو مکلف نہیں نہ داخلِ نماز بھی نہیں کہلا سکتے۔

علاوہ ازیں درِ مختار باب سجود التلاوۃ میں ہے:۔ لَا يَجِبُ بِسَمَاعِهٖ مِنَ الصَّدٰى وَالطَّيْرِ ترجمہ:۔ اگر آیت سجدہ تلاوت آواز بازگشت سے یا کسی جانور سے سن لے تو سجدہ واجب نہیں ہوتا"

اس سے بھی معلوم ہوا کہ غیر مکلف کی آواز پر احکام شرعیہ مرتب نہیں کئے جا سکتے۔ اور جب ثابت ہو گیا۔ کہ تکبیرات کو مقتدیوں تک پہنچانے والے کے لئے داخلِ نماز اور مکلف ہونا شرط ہے۔ تو آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ سپیکر) کا حکم خود ہی معلوم ہو گیا۔ کیونکہ آلہ مکبر الصوت نہ مکلف ہے نہ داخلِ نماز ہے۔

مولانا محمد شفیع صاحب نے اس دلیل میں دُرِ مختار کی عبارت جو سجدہ تلاوت کے متعلق ذکر کی ہے۔ وہ بے محل ہے۔ کیوں کہ اس میں وجوب کی نفی ہے جواز کی نفی نہیں اس بنا پر آلہ مکبر الصوت کی آواز پر رکوع سجدہ وغیرہ جائز ہو گیا۔

اور اس سے پہلے جو رد المختار کی عبارت ذکر کی ہے۔ اس میں مکلف کی کوئی شرط نہیں۔ ہاں داخل فی الصلوٰۃ کی شرط ہے۔ مگر داخل فی الصلوٰۃ تو لڑکا بھی ہے۔ حالانکہ وہ مکلف نہیں۔

خیر یہ تو ایک لفظی گرفت ہے اصل جواب اس کا یہ ہے۔ کہ مقتدیوں تک جو آواز پہنچتی ہے وہ آلہ مکبر الصوت کی آواز نہیں بلکہ امام کی آواز ہے جو آلہ مکبر الصوت سے قوی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ پہلے تفصیل ہو چکی ہے پس یہ سارا تانا بانا ہی ٹوٹ گیا۔ علاوہ اس کے اور کئی جواب بھی ہیں۔ جو آگے مولوی اشرف علی تھانوی کے جواب میں آتے ہیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی کا فتوےٰ

اس محل میں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی کچھ اظہار رائے کیا ہے۔ اور [illegible] زیادہ تر اسی پر ہے۔ اس لیے مولانا اشرف علی صاحب کے [illegible] کا بیان ضروری ہے۔

شروع مضمون میں جو ماہرین سائنس کی آراء درج ہو چکی ہیں۔ وہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے خط و کتابت سے حاصل کی ہیں۔ ان کی بنا پر جو مولانا اشرف علی صاحب نے رائے قائم کی ہے۔ اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

ایک صاحب نے اس کو امام اور خطیب کی آواز قرار دیا ہے علاوہ ازیں [illegible]

اس کی لہروں کو قوی کر دیتا ہے۔ دوسرے صاحب نے تردّد ظاہر کیا ہے۔ تیسرے صاحب نے اس کو نقل اور حکایت کہا ہے۔ اس بنا پر سائنس کی رُو سے اس مسئلہ کا کوئی قطعی فیصلہ نہ ہُوا۔ بلکہ شک اور تردّد رہا۔ اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ اَلْيَقِيْنُ لَا يَزُوْلُ بِالشَّكِّ۔ یعنی یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ اور یہاں پہلے یقین ہے۔ کہ امام کی آواز دُور تک نہیں پہنچتی۔ اور لاؤڈ سپیکر کے ذریعے امام کی آواز پہنچنے میں شک ہے۔ پس بقاعدہ مذکورہ اس شک کا اعتبار نہ ہوگا۔ بلکہ امر یقینی (نہ پہنچنے) کا اعتبار کر کے لاؤڈ سپیکر کی آواز کو آوازِ بازگشت قرار دیا جائے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ لاؤڈ سپیکر کی آواز پر اقتداء کرنے والوں کی نماز فاسد ہوگی۔"

(ضیاء الاسلام جلد اول ۱۲ صفحہ ۳۔ مورخہ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ مطابق ۷ اگست ۱۹۴۰ء)

جواب

ایک جواب تو اس کا وہی ہے جو ابھی گذرا ہے۔ کہ لاؤڈ سپیکر کی آواز اصل امام کی آواز ہے چنانچہ اوپر ثابت ہو چکا ہے۔ دوم قاعدہ مذکورہ بھی اسی کو چاہتا ہے۔ کیوں کہ ماہرین سائنس سے جن کے جواب آئے ہیں۔ ان سے ایک نے تو قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ یہ اصل آواز امام کی ہے تیسرے صاحب نے بھی جو لاؤڈ سپیکر مسجدوں میں استعمال ہو سکتا ہے اس کے متعلق فیصلہ کر دیا ہے کہ اس میں بولنے والے کی آواز اصل آواز ہے نقل نہیں۔ اب رہے

دوسرے صاحب سو وہ شکی ہیں۔ پس بقاعدہ مذکورہ شک کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے بلکہ قطعی فیصلہ پر مسئلہ کی بنا رکھ کر لاؤڈ سپیکر کی آواز پر اقتداء کرنے والوں کی نماز کو صحیح قرار دینا چاہیئے۔

سوم فقہاء حنفیہ یقین کے مقابلہ میں ظن کا اعتبار کر لیتے ہیں۔ شرح وقایہ میں ہے :-

كَثُرَ كَانَ فِي الْاِسْتِئْنَافِ حَرَجٌ وَاِنْ لَّمْ يَغْلِبْ اَخَذَ الْاَقَلَّ وَقَعَدَ فِي كُلِّ مَوْضِعٍ ظَنَّهُ اٰخِرَ صَلٰوتِهٖ (شرح وقایہ باب سجود السہو صفحہ ۱۷۱)	یعنے جو نماز میں بھول گیا۔ کہ کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔ اگر یہ بھولنا پہلی دفعہ ہے تو نماز نئے سرے سے پڑھے۔ اگر بھولنا زیادہ ہوگیا۔ تو غلبہ ظن کو لے۔ کیونکہ بھول

زیادہ ہونے کی صورت میں نئے سرے سے نماز پڑھنے میں حرج ہے۔ اگر کسی طرف غلبہ ظن نہ ہو۔ تو پھر اقل کو لے۔ اور ہر رکعت پر جس کے آخری ہونے کا خیال ہو التحیات بیٹھے۔

مثلاً چار رکعت والی نماز میں شک ہو جائے۔ کہ دو رکعت پڑھی ہیں یا تین اور بالغ ہونے کے بعد یہ پہلا شک ہے۔ تو نماز نئے سرے سے پڑھے۔ اور اگر یہ دوبارہ شک پڑا ہے۔ تو اگر غلبہ ظن دو کا ہے تو دو سمجھے اور دو اور پڑھے اور اگر غلبہ ظن تین کا ہے۔ تو تین سمجھے۔ اور ایک اور پڑھے۔ اور اگر کسی طرف غلبہ ظن نہ ہو۔ تو پھر اقل کو لے یعنے دو سمجھے اور دو اور پڑھے۔ کیونکہ دو کا یقین ہے تیسری میں شک ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاءِ حنفیہ نے یقین کو چھوڑ کر غلبۂ ظن کو لیا ہے۔ اور لاؤڈ سپیکر کے مسئلہ میں اگر کسی کو یقین نہ ہو۔ تو اس بات کا غلبۂ ظن تو ضروری ہے۔ کہ یہ اصل آواز ہے نقل نہیں۔ کیونکہ قطع نظر ماہرینِ سائنس کی رائے کے ظاہراً ہمیں ایک ہی آواز معلوم دیتی ہے جو غلبۂ ظن کے لئے کافی ہے۔ بلا کسی فیصلہ کن دلیل کے ظاہر کو چھوڑنا جائز نہیں۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ لاؤڈ سپیکر کی آواز پر اقتدا کرنے والوں کی نماز صحیح ہے۔

ایک اور طریق سے جواب

مولٰنا اشرف علی صاحب اور مولٰنا محمد شفیع صاحب کے فتوٰے کا مدار

دو شرطوں پر ہے۔ ایک یہ کہ مُکبّر (لوگوں تک امام کی آواز پہنچانے والا) مکلّف ہو۔ دوم داخلِ نماز ہو چنانچہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ مگر ان شرطوں کی صحت میں کلام ہے تو ان کی بناء پر فتوی مذکورہ کیوں کر صحیح ہو گا؟ سنئے! بخاری میں ہے:۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رض اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ نَزَلَ عَلٰی اَجْدَادِہٖ اَوْ قَالَ اَخْوَالِہٖ وَاَنَّہٗ صَلّٰی قِبَلَ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ سِتَّۃَ عَشَرَ شَھْرًا اَوْ سَبْعَۃَ عَشَرَ شَھْرًا وَکَانَ یُعْجِبُہٗ	ترجمہ:۔ براء بن عازب رض سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پہلے مدینہ میں تشریف لائے تو انصار سے اپنے نانوں یا ماموؤں پر اترے اور سولہ ماہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ اور بیت اللہ کی

اَنْ يَّكُوْنَ قِبْلَتَهٗ قِبَلَ الْبَيْتِ وَاِنَّهٗ صَلّٰى اَوَّلَ صَلٰوةٍ صَلَّاهَا صَلٰوةَ الْعَصْرِ وَصَلّٰى مَعَهٗ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِّمَّنْ صَلّٰى مَعَهٗ فَمَرَّ عَلٰى اَهْلِ مَسْجِدٍ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ فَقَالَ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوْا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ (بخاری جلد اول بابُ الصَّلٰوۃِ مِنَ الْاِیْمَانِ صلا)

طرف منہ کرنا آپ کو اچھا لگتا تھا۔ اور پہلی نماز جو بیت اللہ کی طرف منہ کرکے پڑھی وہ نماز عصر ہے۔ اور آپ کے ساتھ ایک جماعت نے نماز پڑھی۔ پس ان سے ایک آدمی بعد فراغت نماز نکلا۔ اور ایک مسجد والوں کے پاس سے گزرا۔ اور وہ رکوع کی حالت میں تھے۔ پس کہا میں خدا کے نام کے ساتھ شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت اللہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی ہے۔ مسجد والے رکوع ہی کی حالت میں بیت اللہ کی طرف پھر گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ داخل نماز ہونے کی شرط باطل ہے۔ اور اسی کے قریب ایک حدیث بخاری جلد اول بابُ مَا جَاءَ فِی الْقِبْلَۃِ الخ میں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ اور مسلم میں بھی ہے۔ اس پر فتح الباری میں لکھا ہے:۔

وَفِيْهِ جَوَازُ تَعْلِيْمِ مَنْ لَّيْسَ فِي الصَّلٰوةِ مَنْ هُوَ فِيْهَا وَاَنَّ اسْتِمَاعَ الْمُصَلِّيْ لِكَلَامِ مَنْ لَّيْسَ فِي الصَّلٰوةِ

یعنی اس حدیث سے نکلتا ہے کہ غیر نمازی کا نمازی کو تعلیم دینا جائز ہے۔ اور نمازی کا غیر نمازی کی کلام کو سننا

لَا يُفْسِدُ صَلٰوتَهٗ۔ (فتح الباری جزء ۲ صـ۲۹۳) (اور اس پر عمل کرنا) اس کی نماز کو فاسد نہیں کرتا۔"

اور اسی حدیث کی بنا پر ہدایہ میں لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی غلطی سے کسی دوسری طرف نماز پڑھ رہا ہو۔ اور اس حال میں اس کو کوئی شخص غلطی پر متنبہ کرتا ہوا قبلہ کا پتہ دے دے۔ تو اس کو نماز ہی میں فوراً قبلہ کی طرف پھر جانا چاہیئے۔ چنانچہ اصل عبارت ہدایہ کی یہ ہے:۔

وَاِنْ عَلِمَ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ اسْتَدَارَ اِلَى الْقِبْلَةِ لِاَنَّ اَهْلَ قُبَاءَ لَمَّا سَمِعُوْا بِتَحَوُّلِ الْقِبْلَةِ اسْتَدَارُوْا كَهَيْئَتِهِمْ فِي الصَّلٰوةِ (ھدایہ باب شروط الصلوٰۃ صـ۸۳) یعنے "اگر نماز میں قبلہ کا علم ہو جائے تو قبلہ کی طرف پھر جائے۔ کیونکہ اہل قباء نے جب سُنا کہ قبلہ بیت اللہ ہو گیا ہے تو نماز ہی میں فوراً پھر گئے۔"

حاشیہ ہدایہ میں اسی مقام پر لکھا ہے۔

قَوْلُهٗ لِاَنَّ اَهْلَ قُبَاءَ الخ۔ اَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَمَا النَّاسُ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ بِقُبَاءَ اِذْ جَاءَهُمْ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

یعنی بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا ہے کہ لوگ مسجد قبا میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اس حال میں ان کے پاس ایک شخص آیا پس کہا۔ آج رات رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اللَّیْلَۃَ قُرْاٰنٌ وَقَدْ اُمِرَ اَنْ یَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَۃَ فَاسْتَقْبِلُوْھَا وَکَانَتْ وُجُوْھُھُمْ اِلَی الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا اِلَی الْکَعْبَۃِ انتہی ۱۲ (تخریج زیلعی) ترجمہ: صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر قرآن نازل ہوا۔ اور آپؐ کو بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ پس وہ فوراً بیت اللہ کی طرف پھر گئے۔ اور ان کے منہ شام کی طرف تھے۔

اس بنا پر اگر امام مثلاً سجدہ سے سر اٹھائے۔ اور کسی مقتدی کو پتہ نہ لگے کہ امام نے سر اٹھا لیا ہے۔ وہ بدستور سجدہ میں پڑا ہے۔ اس وقت کسی شخص نے اس کو غلطی پر متنبہ کرتے ہوئے اطلاع دے دی۔ اور اس پر اس نے سر اٹھا لیا۔ تو اس کی نماز فاسد نہ ہونی چاہیے۔ خاص کر جب کہ اللہ اکبر کہہ کر متنبہ کرے۔ تو اور اچھا ہے۔ تاکہ اسی ذکر سے آگاہ ہو جس سے امام نے آگاہ کرنا تھا!

دیکھئے! کیسی صفائی سے ثابت ہو گیا۔ کہ داخل نماز ہونے کی شرط صحیح نہیں اور اسی سے مکلف ہونے کی شرط بھی باطل ہو گئی۔ کیونکہ مولانا محمد شفیع صاحب نے داخل فی الصلوٰۃ کی شرط سے مکلف ہونے کی شرط ثابت کی تھی۔ پس وہ نہ رہی تو یہ بھی نہ رہی علاوہ اس کے اور سنئے:۔

بخاری بَابُ اِمَامَۃِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلٰی میں ہے:۔

کَانَتْ عَائِشَۃُ یَؤُمُّھَا عَبْدُھَا ذَکْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ۔ یعنے حضرت عائشہؓ کا غلام ذکوان حضرت عائشہؓ کی امامت قرآن مجید دیکھ کر

کراتا تھا

لکھا ہُوا قرآن مجید نماز میں داخل نہیں لیکن اس سے امداد لینا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ اسی طرح آلۂ مکبر الصوت کو سمجھ لینا چاہیئے۔

اگر کہا جائے کہ یہ نفلوں میں جائز ہے فرضوں میں نہیں چنانچہ امام محمد بن نصر مروزیؒ قیام اللیل کے ص۹۷ میں لکھتے ہیں :۔

عَنْ اَحْمَدَ فِیْ رَجُلٍ یَّؤُمُّ فِیْ رَمَضَانَ فِی الْمُصْحَفِ فَرَخَّصَ فِیْهِ قِیْلَ لَهٗ یَؤُمُّ فِی الْفَرِیْضَةِ قَالَ وَیَکُوْنُ هٰذَا۔	یعنی امام احمدؒ سے ماہ رمضان المبارک میں قرآن مجید میں دیکھ کر امامت کرانے کے متعلق سوال ہُوا۔ تو رخصت دے دی۔ کہا گیا کیا فرضوں میں بھی امامت کراسکتا ہے؟ تو فرمایا کیا فرضوں میں ایسا ہوتا ہے؟"

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ امام احمدؒ نے فرضوں میں منع نہیں کیا۔ صرف بطور تعجب کہا ہے۔ کہ "کیا فرضوں میں بھی ایسا ہوتا ہے ؟" جس سے مطلب ان کا یہ ہے۔ کہ فرضوں کی صرف ادائیگی مقصود ہوتی ہے جس کے لئے فاتحہ ہی کافی ہے یا قل ھو اللہ وغیرہ ساتھ ملا لے۔ بہرصورت لمبی قرأت کی ضرورت نہیں۔ لمبی قرارت کی ضرورت عموماً نفلوں میں پڑتی ہے۔ جیسے رات کو جاگتا ہو تہجد وغیرہ پڑھتی ہو۔ اور اگر ایک صورت کو بار بار دُہرائے۔ تو اس میں اتنا جی نہیں لگتا اس لئے نفلوں میں دیکھ کر پڑھنے کی رخصت ہے۔ ہاں اگر فرضوں میں بھی کبھی ایسی

ضرورت پیش آجاتی ہے۔ جیسے کوئی پڑھا لکھا مسلمان ہو جائے۔ اور نماز کا ٹائم تھوڑا ہو۔ زبانی یاد کرنے کا وقت نہ مل سکے۔ تو وہ دیکھ کر پڑھ سکتا ہے۔

علاوہ اس کے لاؤڈ سپیکر کو ناجائز کہنے والوں کے نزدیک لاؤڈ سپیکر کی آواز پر اقتداء کرنے والوں کی نماز اسی لئے فاسد ہے۔ کہ لاؤڈ سپیکر مکلف نہیں یا داخل فی الصلوٰۃ نہیں۔

پس اب یہ کہنا کہ دیکھ کر پڑھنا نفلوں میں جائز ہے فرضوں میں نہیں۔ یہ فضول ہے۔ جیسے فرضوں میں مکلف نہیں یا داخل فی الصلوٰۃ نہیں ایسے ہی نفلوں میں نہیں۔

اگر کہا جائے کہ بعض تابعین نے اس کو نفلوں میں بھی منع کیا ہے جیسے ابراہیم نخعیؒ وغیرہ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ جلیل القدر صحابیہ ہیں۔ اور صحابیؓ کا قول تابعیؒ کے قول پر مقدم ہے۔ خود امام ابوحنیفہؒ کا بھی فیصلہ ہے۔ وہؒ کہتے ہیں صحابیؓ کے مقابلہ میرا قول چھوڑ دو۔ ملاحظہ ہو تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ۔ زیر آیہ کریمہ۔ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ۔ الآیۃ۔

دوسرا جواب اس کا یہ ہے۔ کہ جو منع کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک منع ہونے کی یہ وجہ نہیں۔ کہ اس میں غیر داخل فی الصلوٰۃ سے امداد لی گئی ہے۔ بلکہ اس کی وجہ بعض یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اس سے نماز میں عمل کثیر لازم آتا ہے۔ اور بعض

کہتے ہیں یہود سے مشابہت ہے۔ کیوں کہ وہ توراۃ دیکھ کر پڑھتے ہیں۔ اگرچہ یہ کہنا صحیح نہیں۔ کیوں کہ درحقیقت نہ عمل کثیر لازم آتا ہے۔ نہ مشابہت ہے۔ چنانچہ حاشیہ میں اس کی تفصیل کر دی گئی ہے۔ مگر لاؤڈ سپیکر میں تو ان دونوں

لہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے روایت ہے۔ کہ جو قرآن مجید میں دیکھ کر امامت کرائے اس کی نماز فاسد ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں نے امام ابو حنیفہؒ کی اس میں مخالفت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ نماز ہو جائے گی۔ ہاں یہ فعل مکروہ ہے۔ کیوں کہ اس میں اہل کتاب کی مشابہت ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے قول کی بعض نے یہ وجہ بیان کی ہے۔ کہ قرآن مجید میں دیکھنا یہ عمل کثیر ہے۔ اور عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ امام محمد بن نصر مروزیؒ قیام اللیل ص۹ میں اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ دیکھنا قرأت کی خاطر ہے۔ اور قرأت نماز میں داخل ہے۔ اور دیکھنا بالتبع ہے۔ جیسے اور اشیاء پر نظر پڑتی ہے۔ پس جو شخص اس قسم کا ہلکا فعل کرے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ فعل کے مشابہ ہو یا اس کے قریب ہو۔ اس سے نماز فاسد نہیں ہو گی۔ اگر حد سے گذر جائے تو فاسد ہو جائے گی۔ اور دیکھ کر پڑھنا ثابت شدہ فعل کے قریب ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ علم دار لوئی (اوڑنی) چلہ بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

باتوں کا ہونا اظہر من الشمس ہے۔

مشابہت کا نہ ہونا تو استفتاء کی عبارت میں زید کے بیان میں موجود

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں نماز پڑھی۔ آپ کا خیال اس کی طرف چلا گیا آپ نے نماز ہی میں آتار دی چونکہ یہ فعل نماز ہی کی خاطر تھا جس سے نماز کا بڑا جزء خشوع خضوع قائم رکھنا مقصود تھا۔ اس لیے اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آیا۔ پس امام ابو حنیفہ صاحبؒ کا نماز کو فاسد کہنا اس کی کوئی وجہ نہیں۔ جس نے مکروہ جانا اس نے صرف اہل کتاب کی مشابہت سے مکروہ جانا ہے۔

یہ امام محمد بن نصر مروزیؒ کی تحقیق کا خلاصہ ہے۔ انہوں نے دونوں فریق کے اقوال سامنے رکھ دیئے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ کے قول میں چونکہ زیادہ بعد تھا اس لئے اس کی تردید کردی۔

..یہود کی مشابہت کی وجہ سے مکروہ کہنا بھی کمزور ہے۔ کیوں یہود کی مشابہت سے نہی اس بارے میں صراحۃً نہیں آئی۔ صرف ایک عام اصول مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ (جو کسی قوم سے مشابہت کرے وہ ان سے ہے) کے تحت داخل کرکے اس سے نہی کی جاتی ہے۔ مگر جب اس بات کو دیکھا جاتا ہے کہ نماز کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اتنی تفصیل کی ہے۔ کہ کسی حکم کی اتنی تفصیل نہیں کی۔ ذرا ذرا سی بات بتلا دی جس بات میں یہود وغیرہ کی مخالفت (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)

ہے۔ اور عمل کثیر نہ ہونا ویسے بھی ظاہر ہے۔ کیوں کہ نماز میں نہ لاؤڈ سپیکر کو ہاتھ لگانا پڑتا ہے۔ نہ دیکھ کر کچھ کرنا پڑتا ہے پس لاؤڈ سپیکر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کی ضرورت تھی۔ وہ بھی بتا دی۔ مثلاً سدل کرنا یعنے سر یا کندھوں پر چادر ڈال کر اس کی دونوں طرف لٹکی ہوئی چھوڑ دینا) نماز میں پہلو پہ ہاتھ رکھنا جوتوں میں نماز پڑھنا وغیرہ۔ تو اگر قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنے میں بھی مخالفت شارع کو مقصود ہوتی۔ تو شارع کی طرف سے اس کے لئے بھی ہدایت ہوتی اس سے خیال ہوتا ہے۔ کہ قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا۔ اس عام اصول (مَنْ تَشَبَّہَ) کے تحت داخل نہیں پس جب اس عام اصول کے ماتحت داخل نہ ہوا۔ تو اس وجہ سے اس کو مکروہ کہنا بھی ٹھیک نہ ہوا۔

امام محمد بن نصر مروزیؒ قیام اللیل کے صفحہ ۷۰ میں لکھتے ہیں:۔

قَتَادَۃُ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ	قتادہؒ سعید بن مسیبؒ سے روایت کرتے
فِی الَّذِیْ یَقُوْمُ فِیْ رَمَضَانَ اِنْ کَانَ	ہیں۔ جو شخص رمضان میں قیام کرے۔
مَعَہٗ مَا یَقْرَأُ بِہٖ فِیْ لَیْلَۃٍ وَّاِلَّا فَلْیَقْرَأْ	اگر اس کو اتنا قرآن مجید یاد ہو کہ ایک
مِنَ الْمُصْحَفِ فَقَالَ الْحَسَنُ لِیَقْرَأَ	رات کے لئے کافی ہو۔ تو بہتر ورنہ
بِمَا مَعَہٗ وَیُرَدِّدُہٗ وَلَا یَقْرَأُ مِنَ الْمُصْحَفِ	قرآن دیکھ کر پڑھ لے حسن بصریؒ نے
لِمَا تَفْعَلُ الْیَہُوْدُ قَالَ قَتَادَۃُ وَقَوْلُ	کہا جو کچھ تھوڑا بہت یاد ہو اسی کو (بقیہ اگلے صفحہ)

07935

بلاشبہ جائز ہوا۔

نوٹ:۔ شروع سے یہاں تک جو کچھ بیان ہوا اس کا زیادہ تر تعلق عمو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سعید یا عجب — اس کو بار بار پڑھے۔ اور قرآن مجید سے
آئی۔ — دیکھ کر نہ پڑھے۔ قتادہؒ کہتے ہیں میرے

نزدیک سعید بن مسیبؒ کا قول زیادہ پسندیدہ ہے۔"

دیکھیے! قتادہؒ باوجود حسن بصریؒ سے فعل یہود ہونا نقل کرنے کے یہ فیصلہ
کرتے ہیں کہ سعید بن مسیبؒ کا قول زیادہ پسندیدہ ہے۔ گویا انہوں نے اس عام
اصول کے تحت اس کو داخل نہیں کیا۔ جیسے ہم نے بیان کیا۔
علاوہ اس کے جواز کے قائلین میں حضرت عائشہؓ ہیں۔ جو جلیل القدر صحابیہؓ
سے ہیں۔ اور مکروہ کہنے والے صرف تابعین وغیرہ ہیں۔ پس اس وجہ سے بھی ترجیح
جواز ہی کو ہے۔"

پھر جمعہ کی ابتدا صحابہ رضی اللہ عنہم نے مدینہ میں اہل کتاب کو دیکھ کر کی چنانچہ
فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۷ میں ہے۔ اور نیل الاوطار جلد ۳ وغیرہ میں بھی اس کی تفصیل ہے
اگر مشابہت مطلقاً منع ہوتی۔ تو وہ اتنے بڑے کام میں ایسی جرأت کیوں کرتے؟
نیز مشکوٰۃ باب الترجل فصل اول صفحہ ۳۸۲ میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جس
بات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی حکم نہ ہوتا۔ اس میں (باقی آئندہ صفحہ پہ)

کی دوسری دلیل "لاؤڈ سپیکر سے امام کی اصل آواز مقتدیوں تک نہیں پہنچتی" سے ہے۔ چونکہ ناجائز کہنے والوں کا اسی دلیل پر زیادہ تر زور ہے۔ اس لئے ہمیں اس کے سب پہلوؤں پر نظر ڈالنی پڑی ہے۔ رہے عمرو کے باقی دلائل سوان کے متعلق زید کی طرف سے جو کچھ تنقید کی گئی ہے وہی کافی ہے۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

عبد اللہ امرتسری
مدیر "تنظیم" روپڑ ضلع انبالہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اہل کتاب کی موافقت دوست رکھتے: پس اب اپنے طور پر تمہارے ہیں اہل کتاب کی مخالفت تجویز کرنا کیوں کر درست ہوگا، پس ترجیح اسی میں ہے کہ دیکھ کر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں تفصیل کے لئے "تنظیم" جلد ۵ نمبر ۴۴ مورخہ ۱۸/۲۵ ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ مطابق ۴/۱۱ دسمبر ۱۹۳۶ء ملاحظہ ہو ۱۲۔